نقشِ زمانہ

اصلاحِ معاشرہ کا بھی کوئی ہفتہ منائیے !

ہفتۂ اقلیت اور پھر ہفتۂ خواتین کے بعد اب ہفتۂ ملازمین منایا جارہا ہے اور آئندہ معاشرہ کے دوسرے طبقات کی باری ہے ـــــ

معاشرہ کی اصلاح ' ترقی اور خوشحالی کیلئے کیا کچھ ہے، جو نہیں ہو رہا. ترقیاتی منصوبے اور طویل الذیل سکیمیں، گوناگوں تحریکیں، طویل المیعاد پلاننگ اقتصادی اور مادی میدان میں مسلسل جدوجہد اور تگ و دو معاشرہ کی مادی ترقیات اور رفاہیت کے نام پر ہو رہا ہے. مگر معاشرہ ہے کہ اصلاح کی بجائے فساد میں ترقی کرتا جا رہا ہے، معاشرتی خرابیاں، خودغرضی، لالچ، رشوت، اقرباء پروری، بے حیائی، لذّت اندوزی، مادہ پرستی اور طلب منفعت کی خاطر بڑے سے بڑے قومی اور اجتماعی حقوق کی پائمالی اس فساد کی واضح علامت ہیں. اور درحقیقت اجتماعی معاشرہ انفرادی اور شخصی زندگی سے الگ کوئی چیز نہیں پس اگر آپ کسی انسانی جسم پر پھوڑے پھنسیاں یا ظاہری فساد دیکھ کر اندرونی خرابی اور فاسد مواد کا تعین کر لیتے ہیں تو علاج کا صحیح اور دانشمندانہ طریقہ یہی ہوتا ہے کہ بیرونی مرہم پٹی اور عارضی اصلاح کی بجائے اندرونی مادۂ فاسد کے ازالہ کی تدابیر اختیار کر لیں کہ جب تک جڑ سے خرابی کا ازالہ نہیں ہوگا جسم رستا اور سڑتا رہے گا. اور داخلی فساد اور خرابی رفتہ رفتہ سارے جسم کو ختم کر کے چھوڑے گی. عطائی اور ناتجربہ کار طبیب صرف وقتی تدابیر پر اکتفاء کریں گے. مگر ہوشیار نبض شناس حاذق اطباء کی نظر خرابی کے اصل سرچشمہ کو پکڑ لیتی ہے. یہی حال ہمارے موجودہ معاشرہ کا ہے، جو نہ صرف فساد کی لپیٹ میں ہے، بلکہ اوّل تا آخر جسدِ ملی کو خرابیوں کا روگ کھوکھلا کرتا جارہا ہے. معاشرہ کے کسی طبقہ اور زندگی کے کسی شعبہ میں دیکھیں آپ کو ایک عام بیماری نظر آئے گی. لوٹ کھسوٹ کا منظر ہے، ہوسِ زر میں جائز و ناجائز کی تمیز ختم ہے. مادہ پرستی پوری قوم کا شعار ہے. ذراسی منفعت دنیوی کے لئے حیاء و شرم کی ساری حدود بالائے طاق رکھ کر ہر فرد اغراض اور ذاتی منافع کے درپے ہے، سمگلنگ، ملاوٹ ذخیرہ اندوزی تجار کا شعار ہے. رشوت ستانی، اقرباء پروری اور بددیانتی سرکاری حکام اور ہر سرکاری محکمے کا شیوہ ہے. ملازم اور مزدور صرف حقوق کا رونا روتے ہیں. فرائض کا احساس تو پوری قوم کو نہیں. ہر شخص دوسرے کو شک کی نگاہوں سے دیکھتا ہے. جن کو دولت میسر ہے وہ عیش کوشی اور ہوس رانی کے چکر میں مبتلا ہے. جو غریب ہے وہ اپنے علاوہ ہر انسان کو بغض و عناد اور نفرت و حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے. غرض پورا معاشرہ احساس و شعور کی ہر خلش، ضمیر و ادراک کی ہر قید و بندش سے آزاد ہو کر ایک عام وبائی بیماری کی لپیٹ میں ہے اور جسم کے یہ پھوڑے پھنسیاں حیرت انگیز طور پر بڑھنے والی داخلی خرابیوں کا اعلان کر رہی ہیں ـــــ مگر یہاں بھی اصلاح، تشخیص اور علاج کی وہی صورتیں اختیار کی جارہی ہیں، جو سڑے ہوئے جسم کے بارہ میں عطائی اور بے بہرہ ظاہر بین طبیبوں کا طریقہ ہے،

اس طرح اندرونی مادہ کو کچھ مہلت کچھ سکون تو مل جاتا ہے جس طرح اسپرو سے ہوتا ہے۔ مگر دوسرے وقت میں اندر ہی اندر سڑتا ہوا مادہ مزید شدت اور قوت سے ظاہر ہو کر پورے جسم کو ہلاک کر کے رکھ دیتا ہے۔ اس بگاڑ اور بربادی کو دیکھ کر کچھ عطائی لوگوں نے طبقاتی تفاوت اور اقتصادی ناہمواری کو اس کا سبب قرار دیا کہ غریبی ہی تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔ ہر شخص کو بقدر ضرورت وافر دولت اور برابر کا حصہ مل جائے تو خرابی ختم ہو سکے گی۔ اس کیلئے مساوات، سوشلزم اور کیا کیا سنہری نام تجویز کر کے نسخۂ شفا مرتب کیا گیا مگر جہاں دولت کی فراوانی تھی وہاں اخلاقی خرابیوں اور بربادیوں کا زیادہ دور دورہ دیکھا گیا، جو جتنا غریب تھا دولت اور عہدہ و منصب کے لحاظ سے دوسرا اس سے جتنا اونچا تھا، رشوت ستانی اور اخلاقی بددیانتیوں میں وہ اتنا ہی اس سے بڑھ کر نکلا، سپاہی اور کلرک ایک روپیہ کا راشی تھا، تو سینکڑوں پانے والے افسر اور حاکم سینکڑوں اور ہزاروں کے راشی ہوتے۔ سو روپیہ پانے والے میں سو خرابیاں ہیں تو ہزاروں اور لاکھوں پانے والوں میں اتنی ہی تعداد میں اخلاقی بیماریاں، سرمایہ دارانہ نظام کے علمبردار ممالک آج سب سے بڑھ کر بے حیائی، فحاشی اور مادہ پرستی کی لپیٹ میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ غربت اور افلاس کا ازالہ بذات خود کتنا اہم اور ضروری ہی کیوں نہ ہو معاشرہ کی اصلاح اور فساد کے ازالہ، سوسائٹی کی خرابیوں کا علاج ہرگز نہیں اس دوا نے معاشرہ کے بعض افراد کو اور بگاڑ دیا تو پوری قوم کی اجتماعی زندگی اس سے کب شفایاب ہو سکتی ہے۔؟

کچھ لوگوں نے معاشرہ کے علاج کی خاطر قانون کا سہارا لیا مگر قانون کا ڈنڈا جتنا بھی سخت ہوتا گیا اور حکومت و سلطنت کے شکنجہ میں معاشرہ جتنا بھی جکڑتا گیا اندرونی فاسد مادہ اتنا ہی شدت اور قوت سے دوسرے راستے نکالتا رہا۔ امریکہ نے کچھ عرصہ قبل شراب پر پابندی لگائی تو لوگوں نے سائیکل کے ٹیوب ٹائر سے خم خانوں اور پیمانوں کا کام لیا، خفیہ بھٹیوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں تک پہنچ گئی اور قانون کا احترام اسی طرح خاک میں ملتا رہا۔ اس لئے کہ ہر سے قانون اور حکومت کے آہنی شکنجہ سے اندرونی فاسد مادہ پر پلاسٹر تو ہو سکتا ہے۔ مگر برسوں کے سڑتے ہوئے مواد کو ابلنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اور سماجی بگاڑ اندر ہی اندر نقطۂ عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ آپ نے چوروں کو دیکھا ہوگا کہ برسوں کی قید اور سزاؤں کے بعد ان کا پہلا کام وہی ہوتا ہے جس کی پاداش میں وہ اب تک تکالیف شاقہ برداشت کر رہے تھے۔ مجرمانہ مزاج کی عادت قانون کے ڈنڈے سے کبھی نہیں بدلی، ایک سمگلر کبھی حوالات کی وجہ سے عادت بد نہیں بدلتا۔ اور ایک راشی یا اجرتی قاتل دو چار ہزار جرمانہ دیکر اپنا دلپسند طریقہ نہیں چھوڑتا۔ الغرض اس شکنجہ سے انسان ـ اشرف المخلوقات ـ محض ایک سرکش گھوڑے کیطرح تو ہو جاتا ہے کہ جب تک سزا اور عقوبت کی رسیوں میں جکڑا ہوا ہے، قابو میں ہے، ذرا سی باگ ڈھیلی ہوئی وہ شریر اور سرکش گھوڑا ہی رہا۔ ہمارے ہاں بھی یہ انسانی طور طریقے تشخیص و علاج کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ اصل علاج سے پوری قوم غافل ہے۔ اندرونی فساد کے ازالہ کے لئے تحریکیں چل رہی ہیں۔ یہ صفائی کا ہفتہ ہے یہ ہفتہ شجرکاری ہے۔

وہ ٹی بی کے خلاف جہاد ہے یہ ریڈ کراس کے میلے ہیں۔ یہ ٹریفک کا ہفتہ منایا جارہا ہے۔ یہ سمگلنگ اور ملاوٹ کے خلاف تحریک گرم ہے، سب کچھ ہو رہا ہے مگر کسی شعبۂ حیات میں اچھائی کے آثار ظاہر نہیں ہوتے کہ علاج کی تشخیص ہی غلط ہے ـــــ مگر مسلمانوں کی نگاہ میں جو سب سے بڑھ کر دانا و بصیر حکیم تھا جسکی حذاقت و مہارت اور فراست باطنی دور رسی اور حقیقت بینی کی تاریخ نے ہر دور میں شہادت دی یعنی حکیم و دانا نبی آخر الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام صادق و مصدوق نبی نے معاشرہ کی اصلاح کے لئے وہی طریقہ اختیار کیا جو عقل و تجربہ اور فہم و خرد کے مطابق تھا، یعنی فساد کی اندرونی خرابیوں کو پکڑا کہ جب تک انسانی معاشرہ میں اندر سے انقلاب پیدا نہیں ہوگا۔ دل کی حالت درست نہ ہوگی، ضمیر و احساس بیدار نہ ہوگا، اچھے اور برے کی تمیز پیدا نہ ہوگی۔ تقویٰ اور خشیت کی لہریں نہیں اٹھیں گی جسمِ انسانی کے پھوڑے پھنسی اور بدنما داغ نہ تو دولت سے زائل ہوں گے نہ غربت اس کا مداوا ہوگی نہ قانون سے اصلاح ہوسکے گی نہ حکومت کے ڈنڈے سے، یہ انقلاب دل کا انقلاب تھا۔ کہ باہر کا سب کچھ اس کا تابع ہے، وہ اصل ہے اور جسم اس کا سایہ، اور جب اصل قابو میں آجائیگا۔ تو سایہ خود بخود ہاتھ میں ہوگا۔ پھر نہ قانون کی ضرورت ہوگی نہ نظامِ حکومت کے آہنی شکنجوں کی کہ اذا صلحت صلح الجسد کلّہٗ۔ جب دلوں کی دنیا بدل گئی تو منادی کی ایک پکار سے گھروں کے اندر لبوں تک آئے ہوئے شراب کے جام توڑ دئے گئے لبوں کے اندر مئے گلگوں کے گھونٹ حلق کے اس پار اٹک کر رہ گئے اور شراب کی وہ مٹی پلید ہوئی کہ مدینہ کی گلیاں اس سے بھر گئیں، سب جام و سبو باہر پھینک دئے گئے۔ حجاب کی آیت سنی گئی تو جو بھی عفت مآب خاتون جہاں سے گذر رہی تھی وہیں سکڑ کر کسی آڑ میں بیٹھ گئی۔ اور جب تک لباس ساتر نہیں ملا وہاں سے قدم نہیں اٹھ سکے اگر رات کے سیاہ پردوں میں بھی انسانی کمزوری کیوجہ سے کوئی جرم سرزد ہوا تو جب تک اسکی حد (جو رجم اور سنگساری کیوں نہ ہوتی) اپنے اوپر جاری نہ کروائی لمحہ بھر چین نہ ملا وہ ماعزؓ جیسے رجال باصفا ہوتے یا غامدیہؓ جیسی خواتین قانتات جن کی احساسِ ندامت کسی پوری وادی کے لئے بخشش آفرین ہوسکتی، وہ عبداللہ بن رواحہؓ جیسے سراپا دیانت حاکم اور افسر ہو جاتے، کہ ہزاروں لاکھوں کی رشوت کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیتے۔ غرض یہ اس امت کا آزمایا ہوا نسخہ ہے جسکی صداقت پر صدیاں گذر گئیں۔ آج پھر معاشرہ کے لئے اس نسخہ کی ضرورت ہے۔ مگر کیا اس پورے ملک میں اصلاحِ اخلاق، تعمیرِ اخلاق، تہذیبِ نفس، تزکیۂ قلوب کی بھی کوئی تحریک اٹھی ہے کسی پارٹی نے اسے اپنا منشور بنایا ہے۔؟ کوئی ہفتہ اس کا منایا گیا ہے۔؟ کسی لیڈر کا یہ بھی اوڑھنا بچھونا بنا ہے۔؟ وہ قوم جو روٹی کپڑے اور مکان سے زیادہ تعمیرِ انسانیت، تہذیبِ نفس کی محتاج ہے، افسوس کہ کوئی حکیم اسے شعار بنا کر نہیں اٹھتا کہ دلوں کو بیدار کردے، اسے خوفِ آخرت اور ایمان باللہ سے مالامال کردے، انسانی افکار کو محاسبۂ آخرت سے مربوط کردے اور دنیا کے مقابلہ میں آخرت کی اہمیت انسانی اقدار کی قدر و قیمت اور ضمیر و شعور کی آگاہی اور بیداری کی ضرورت سے قوم کو آگاہ کردے۔

واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق